مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ساری امت سے کیوں افضل ہیں؟

مسلم شریف ج ۱ ص ۸۲ پر ایک حدیث صاحب کتاب نے نقل فرمائی ہے جو سند کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة قال حدثنا ابومعاویة ووکیع ح قال وحدثنا ابوکریب قال حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن زید بن وھب عن حذیفةؓ قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثین قدرائیت احدھما وانتظر الاخر، حدثنا ان الامانة نزلت فی جذر تعلمون الرجال ثم نزل القرآن فعلمو امن القرآن وعلموا من السنة۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ امانت لوگوں کے دلوں میں اتری اسکے بعد قرآن نازل کیا گیا تو لوگوں نے اسے سیکھا اور احادیث کو حاصل کیا۔

اس حدیث میں امانت کے معنی بیان کرنے میں علماء حدیث و تفسیر میں اختلاف ہوا ہے۔ کسی نے اس سے نور قدسی مراد لیا ہے، کسی نے اسکو صورت نوعیہ ایمانیہ سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن حضرت شاہ اسماعیل شہید نے ایک عجیب انداز سے اسکی تقریر کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد برکت اور انتشار برکت ہے۔ اس لفظ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے ہدایت کا ظہور پانچ واسطوں سے ہوتا ہے۔

نمبر۱۔ برکت اور نزول برکت

نمبر۲۔ عزم و ہمت

نمبر۳۔ فیض صحبت

نمبر۴۔ اظہار دعوت

نمبر۵۔ معجزات

نبی سے استفادہ اور نبی کی تحریک کی کامیابی کے لئے ان پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر سب باتیں پائی جائیں لیکن نبی صاحب عزم و ہمت نہ ہو تو وہ اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر فیض صحبت نہ ہو یعنی لوگوں سے میل جول ملاقات نہ ہو تو بھی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح معجزات وغیرہ ہیں۔ انہیں میں سے ایک برکت و انتشار برکت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی کی بعثت کا وقت قریب ہوتا ہے تو آسمان

سے ایسی برکت اتاری جاتی ہے جس سے ہر اس شخص کے دل میں وحدانیت کا نور نمودار ہوتا ہے، جسکے دل کی کھڑکیاں روشنی پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ انبیاء کی مثال سورج کی سی ہے۔ جب اس کے طلوع کا وقت قریب ہوتا ہے تو پہلے ہی سے افق پر روشنی چھا جاتی ہے اور جس جس مکان میں روشندان کھڑکیاں اور روشنی پہنچنے کا راستہ ہوتا ہے وہاں وہ روشنی پہنچتی ہے۔ پہلے یہ روشنی ہلکی رہتی ہے۔ جب سورج پورا طلوع ہو جاتا ہے تو یہ روشنی محض روشنی نہیں--- بلکہ حرارت کے ساتھ اس مکان میں داخل ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی حضرات انبیاء ہیں جب انکی تشریف آوری کا وقت قریب آتا ہے تو پہلے ہی سے یہ برکت پھیلنی شروع ہوتی ہے۔ اور ہر اس دل میں پہنچ جاتی ہے جس میں حق کے قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے پھر جب نبی کی معیت ہوتی ہے تو یہ برکت ایمانی حرارت بن کر انکو نبی کا کفش بردار بنا دیتی ہے۔ اس بحث کے سمجھنے کے بعد اب دیکھئے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ کچھ دنوں تک انکی شریعت پر عمل ہوتا رہا۔ پھر اس میں خرافات نے جگہ لی۔ تحریفات کی گئیں۔ عیسوی دین نے تھری ان ون دین کی شکل اختیار کی اور پورے عالم میں ضلالت و گمراہی کا دور دورہ ہوا۔ مظالم، بے حیائی، بدمعاشی، جہالت اور اوہام باطلہ کے وہ ریکارڈ قائم کئے گئے جو آج تک توڑے نہیں جا سکے۔ زمانہ برق رفتاری سے گزرتا رہا دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں، مہینے سالوں میں اور سال صدیوں میں تبدیل ہوتے رہے۔ تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت کا وقت قریب آتا ہے اور وہی برکت پھیلنی شروع ہوتی ہے جس کو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔

ابن ابی کبشہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نانا) قریش کی بت پرستی کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں۔ ورقہ بن نوفل حق کی تلاش میں پکے نصرانی ہو جاتے ہیں۔ الا کل شئی ماخلا اللہ باطل کے غلغلے جہالت و گمراہی کے اندھیرے میں جگنو بن کر جگمگانے لگتے ہیں۔ تا آنکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوتی ہے تو جس کے دل میں برکت کی روشنی پہنچ چکی تھی وہاں حرارت ایمانی کے امتزاج سے اسلام موجزن ہوتا ہے۔ اور جس دل میں جتنی زیادہ حق کی کھڑکیاں اور توحید کے دروازے تھے اتنی ہی جلدی وہاں سے وحدانیت کا اعلان ہوتا ہے۔ چنانچہ جب آپ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا تو سب سے پہلے جس نے دعوت اسلام پر بلاچون و چرا لبیک کہا وہ ذات بھی صدیق اکبرؓ کی، وہ ذات تھی بلال حبشی کی، وہ شخصیت تھی علی بن ابی طالبؓ اور خدیجۃ الکبریٰؓ وغیرہ کی، وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ کسی کے دباؤ میں تھے، وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ قوم کے مظالم سے تنگ تھے، وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کے دل دنیا سے اچاٹ ہو چکے تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اس برکت سے وافر حصہ پایا تھا جو آپ کی بعثت مبارکہ سے پہلے دنیا پر پھیل چکی تھی۔ ان کے دل ایسے ہوادار تھے جس میں ایمانی خوشبوؤں سے معطر ہواؤں کا گزر ہوتا تھا۔ پھر جب یہ نبوت کا سورج اپنی حرارت پھیلانے لگا تو جوق در جوق اہل برکت، برکت کے درجہ سے گزر کر فیض صحبت کے مقام پر پہنچنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تعداد ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک پہنچ گئی۔ بالکل اسی طرح جیسے سورج مشرق سے نکل کر مغرب تک تمام عالم کو منور کر دیتا ہے۔ پھر جب برکت نصف النہار کی طرح کامل ہو چکی تو برکت لے کر آنے والے نبی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا۔

تریسٹھ سال دنیا میں شعاع دین پھیلا کر
خدا کا لاڈلا اپنے خدا سے مل گیا جا کر

لیکن یہ برکت جونہی آخرالزماں ﷺ چھوڑ کر گئے تھے یہ تمام سابقہ برکتوں میں سب سے زیادہ کامل اور موثر تھی۔ اس برکت کا اثر آپ کے جاتے ہی ختم نہیں ہو گیا بلکہ یہ باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ اور جب تک اس برکت کا اثر کسی دل میں حبہ برابر بھی باقی رہے گا قیامت قائم نہ ہو گی۔ مگر بتدریج اس میں کمی آتی جارہی ہے اسی وجہ سے آپ نے پہلی صدی (دور صحابہؓ) کو خیرالقرون قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس دور کے مسلمانوں نے نور نبوت سے براہ راہ بلا کسی واسطے کے روشنی حاصل کی تھی۔ اور اس کی حرارت سے اپنے دلوں کو گرمالیا تھا۔ بریں بنا تمام علماء اہل سنت کا اجماع ہے کہ اس امت کا بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت معاویہؓ۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت معاویہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جہاد گھوڑے پر بیٹھ کر کیا ہے ان کے گھوڑے کی نتھنوں میں لگا ہوا گرد حضرت عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

اس تفصیل کے بعد ان بد نصیبوں کو سمجھ لینا چاہئیے جو حضرات صحابہؓ پر طعن و تشنیع کا بازار گرم کرتے ہیں۔ اور خاکم بدہن ان کے کفر و ارتداد اور فسق کے قائل ہیں کہ وہ حضرات صحابہ کو گالی نہیں دے رہے ہیں بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر کیچڑ اچھال رہے ہیں۔ اس لئے کہ حضرات صحابہ کی تنقیص اس برکت نبوت کی تاثیر کے انکار کے مرادف ہے جسکو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ اور جس نے اندھیرے قلوب کو روشنی سے بھر دیا تھا۔ اگر نعوذ باللہ حضرات صحابہؓ کی ذات ان الزامات سے آلودہ ہو تو اس برکت کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دین اسلام لے کر آنے والی ذات سے ہم تک تعلیمات اسلامی پہنچنے کا واحد راستہ حضرات صحابہؓ ہیں۔ اگر ان کی ذات کو مخدوش قرار دیا جائے تو پورا دین مخدوش ہو جاتا ہے۔ باطل کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ امت کا صحابہ پر سے اعتماد اٹھا دیا جائے تاکہ انہیں دین میں من مانی کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ حضرات صحابہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں در حقیقت یہ ان لوگوں کی اولاد اور فضالہ ہیں جن کے قلوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت۔۔ نازل شدہ برکت کے قبول کرنے سے محروم رہے۔ جب کہ انہیں معلوم تھا کہ نور نبوت نکل کر تمام عالم کو منور کر رہا ہے۔ اسی کو قرآن نے اس آیت میں بیان کیا ہے۔ الذین یکتمون الحق وھم یعلمون

لہذا مسلمانوں کو ہر اس تحریک سے ہوشیار رہنا چاہئیے۔ جو حضرات صحابہ کو نشانہ بناتی ہے۔ اور یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ یہ برکت سے محروم یہودیوں اور کافروں کے پیروکار ہیں جو اسلام کو دوست بن کر نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور مومن کی زبان ہر وقت مدح صحابہ سے تر رہنی چاہئیے۔ کیونکہ حضرات صحابہ کی تعریف و توصیف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے۔ اسلئے کہ صحابہؓ کے کمالات کا مرکز ان کے علوم کا منشا اور ان کے کارناموں کا مبداء وہ برکت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ اور جس سے ان خوش نصیبوں نے براہ راست بھرپور استفادہ کیا تھا۔

بقیہ صفحہ ۲۰ پر